12

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق و باطل کا معرکہ آراء

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

قادیانیوں کے کفر و ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے سب سے پہلے تاریخ ساز فیصلے کی عزیمت و استقامت سے بھرپور ایمان افروز روداد جس کا مطالعہ آپ کے ایمان و ایقان کو نئی جلا بخشے گا۔

محمد متین خالد

دفاع ختم نبوت کونسل پاکستان
پی۔او۔ باکس نمبر 81۔ جی پی او۔ دی مال۔ لاہور پاکستان
www.difaekhatmenabowat.com

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی تقریباً دوسو دس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس بات پر ایمان ''عقیدۂ ختمِ نبوت'' کہلاتا ہے۔ ختمِ نبوت اسلام کا متفقہ، اساسی اور اہم ترین بنیادی عقیدہ ہے۔ دین اسلام کی پوری عمارت اس عقیدہ پر کھڑی ہے۔ یہ ایک ایسا حساس عقیدہ ہے کہ اگر اس میں شکوک وشبہات کا ذرا سی بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان نہ صرف اپنی متاع ایمان کھو بیٹھتا ہے بلکہ وہ حضرت محمد ﷺ کی امت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ سب سے اوّل نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

موجودہ دور میں منکرینِ ختم نبوت کا گروہ فتنۂ قادیانیت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس فتنہ کا بانی آنجہانی مرزا غلام قادیانی تھا جس نے انگریزوں کے اشارے پر قادیان (گورداسپور، بھارت) میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر سلطنت برطانیہ کی سرپرستی میں اپنی بھونڈی تاویلات اور مضحکہ خیز تحریفات کے ذریعے امت محمدیہ کے مستحکم قلعہ میں شگاف ڈالنے اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک سازشیں کیں۔ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ اور شعائر اسلامی کی توہین بھی شروع کر دی۔ اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کے خلاف قادیانیوں کی گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کو اکٹھا کیا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے شان رسالت ﷺ میں کی جانے والی بعض گستاخیاں ایسی ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجا منہ کو آتا اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی ولاہوری) کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق (3)106 اور (3)260 میں اس کا

مستقل اندراج کر دیا لیکن اس کے باوجود قادیانی مسلسل شعائر اسلامی استعمال کرتے ہیں۔ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نبی اور رسول، مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے دوستوں کو صحابہ کرام، قادیان کو مکہ مکرمہ، ربوہ کو مدینہ، مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث مبارکہ، مرزا قادیانی پر اترنے والی نام نہاد وحی کو قرآن مجید اور محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔ چنانچہ 26 اپریل 1984ء کو حکومت نے امن و امان کی صورتحال کے پیش نظر قانون امتناع قادیانیت جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا گیا۔ اس قانون کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر اور شعائر اسلامی وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ 3 سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ قادیانیوں نے لندن میں بیٹھے اپنے خلیفہ کے حکم پر اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پورے ملک میں شعائر اسلامی کی توہین کی اور اس کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی جس کے نتیجہ میں پاکستان کے اکثر شہروں میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوئی۔ قادیانی قیادت نے اس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی بالکل درست ہے۔ اس کے بعد قادیانیوں نے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں چیلنج کیا، یہاں پر بھی عدالتوں نے دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی قانون کے عین مطابق ہے۔ قادیانیوں کو آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلامی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ آخر میں قادیانیوں نے ان تمام فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں آئین کے مطابق آزادی کا حق حاصل ہے، لیکن ہمیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کو کالعدم قرار دے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں طرف سے دلائل دیے گئے۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے متنازعہ ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ اس کے بعد سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ (ظہیر الدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718) میں قرار دیا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ سزا اور جرمانے کا مستوجب

ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے استاد نہیں تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان کا یہ بھی کہنا تھا کہ قادیانی دھوکے باز ہیں۔ وہ اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جبکہ دھوکا دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کے حقوق یا آزادی ہی سلب ہوتی ہے۔

1974ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ سے قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے سے پہلے اس جدوجہد نے جن کٹھن مراحل کو طے کیا، ان میں ایک اہم مرحلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور بھی ہے۔ مقدمہ بہاولپور کی مدعیہ دختر اسلام، مجاہدہ ختم نبوت عفت مآب محترمہ غلام عائشہ مرحومہ مغفورہ تھیں جن کا نکاح صغرسنی میں ان کے والد حضرت مولانا الٰہی بخشؒ نے اپنے ایک رشتہ دار عبدالرزاق سے کر دیا تھا مگر رخصتی عمل میں نہ آئی۔ عبدالرزاق خفیہ طور پر قادیانی بن چکا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میرے کفر و ارتداد کا انکشاف ہونے اور قادیانیت قبول کرنے کا پردہ چاک ہونے سے پہلے ہی رخصتی عمل میں آ جائے۔ چنانچہ اس نے رخصتی کا مطالبہ کر دیا۔ اسی دوران اتفاق سے مدعیہ کے والد مولانا الٰہی بخش اور ان کے اہل خانہ کو علم ہو گیا کہ ہمارا ہونے والا داماد قادیانی ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنی بیٹی کی رخصتی سے انکار کر دیا کہ شرعی طور پر اس کے ارتداد کی بنا پر نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ معاملہ کی قانونی نزاکت کے پیش نظر 24 جولائی 1926ء کو مسماۃ غلام عائشہؒ کی مدعیت میں احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور (ریاست) کی عدالت میں تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ یہ سلسلہ سماعت 24 جولائی 1926ء سے لے کر 7 فروری 1935ء تک جاری رہا۔ فریقین کے وکلا اور علما نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ بالآخر جناب محمد اکبر خاں ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مورخہ 7 فروری 1935ء بمطابق 3 ذوالقعدہ 1353ھ کو فیصلہ سنایا: ''قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مرزا قادیانی کاذب مدعی نبوت ہے۔ کسی بھی مسلمان عورت کا نکاح کسی مرزائی سے طے پانے کی کارروائی باطل اور حرام ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد سے مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔''

بلاشبہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں عدالت کا یہ فقید المثال فیصلہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی جو بعد ازاں پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم

اقلیت قرار دینے کے لیے خشت اوّل ثابت ہوا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے حد ضروری ہے کہ اس تاریخی کیس کی پیروی اور کامیابی میں شیخ الاسلام حضرت علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ کا کلیدی کردار تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس کیس پر اُٹھنے والے اور علماء کرام کی آمد و رفت اور طعام و قیام کے تمام اخراجات حضرت گھوٹویؒ نے خود برداشت کیے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد گھوٹویؒ، حضرت پیر سید مہر شاہ گولڑویؒ سے بیعت اور خلیفہ مجاز تھے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مولانا ابوالوفا ثنائی شاہ جہانپوریؒ، حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ (ابوالعباس نعمانی)، حضرت مولانا سید محمد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا ابوقاسم محمد حسین کولوتارڑوی، حضرت مولانا نجم الدینؒ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر جید علماء و مشائخ کی خدمات بھی قابل صد ستائش ہیں۔

مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ کے کچھ عرصہ بعد جج محمد اکبر خاں صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد میر عبدالجمیل صاحب سابق سیشن جج جو میر سراج الدین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس کے صاحبزادے جو بڑے متقی اور پرہیز گار تھے، ایک عرصہ تک حضور رسالت مآب ﷺ کے قرب میں باب جبریل کے بالمقابل ایک مدرسہ میں خلوت نشین رہے۔ انہوں نے جج محمد اکبر صاحب مرحوم کو اپنے ایک خواب میں بہشت بریں میں دیکھا۔ پہلے ان کو کئی عالی شان محلات دکھائے گئے۔ اس کے بعد ایک نہایت ہی خوبصورت محل میں ایک تخت پر جج محمد اکبر صاحبؒ بیٹھے دکھائے گئے۔ جب میر عبدالجمیل صاحب نے ان سے سوال کیا کہ یہ بلند درجات آپ کو کیسے نصیب ہوئے تو جج محمد اکبر خاں صاحبؒ نے یہ جواب دیا کہ یہ انعامات مجھے تحفظ ختم نبوت ﷺ کی حفاظت میں اس خدمت کے عوض ملے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فیصلہ بہاولپور کی صورت میں لی اور یہ جتنے محلات آپ دیکھتے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر مجھے دیئے ہیں کہ فی الحال یہ لے لو۔ تمہارا مکمل انعام روز قیامت ملے گا۔ یہ بیان فرماتے ہوئے میر صاحب کی ریش مبارک شدت گریہ سے تر ہو چکی تھی۔

(مقابلیس المجالس، ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 53 تا 54)

مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ایک دفعہ فرمایا: ''خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاولپور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن

گزارا کرتے تھے۔نواب مرحوم، سرعمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز حکومت کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاولپور سے قادیانی مقدمہ کو ختم کرا دیں، تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ سرعمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے، میں حق و انصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔المختصر نواب آف بہاولپور نے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی اور عدالتی امور میں مداخلت سے صاف انکار کر دیا۔'' چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ'' ان دونوں حضرات کی نجات کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے''۔آج کے روشن خیال اور ترقی پسند حکمران اگر چاہیں تو اس واقعہ کی تقلید کر کے اپنی آخرت بہتر بنا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی نیت ٹھیک ہو۔

جون 1931ء میں چیف کورٹ بہاول پور کی طرف سے اس مقدمہ کی ایک اہم اپیل کو مسترد کیا گیا تو حضرت مولانا غلام محمد محدث گھوٹویؒ بہت پریشان ہوئے۔انہوں نے اسی وقت ارادہ کیا کہ ریاست کے وزیراعظم جناب سردار نبی بخش صاحب سے ملاقات کی جائے اور ان سے دربار بہاولپور کا اجلاسِ خاص بطور عدالت معلّٰے طلب کرنے کی استدعا کی جائے۔اس وقت دوپہر ہو چکی تھی، سخت گرمی کا موسم تھا، گرمی اور تھکن کی وجہ سے کچھ رفقاء چاہتے تھے کہ آج نہیں بلکہ کل صبح ملاقات کی جائے۔حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابھی اور اسی وقت ہی وزیراعظم سے ملاقات کروں گا اور جب تک انہیں قائل نہ کر لوں، گھر کا رخ نہیں کروں گا۔المختصر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وزیراعظم صاحب آرام کر رہے ہیں۔آپ نے ملاقات پر اصرار فرمایا اور وزیراعظم صاحب کے پی اے شیخ فاضل محمد مرحوم سے کہا کہ ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ مولوی غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ آپ کو جنت الفردوس کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں۔بہرحال وزیراعظم تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ مولانا گھوٹویؒ بغیر ملاقات واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو رہے بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کو جنت الفردوس کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں۔پیغام سنتے ہی وزیراعظم صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے اور آتے ہی کہا کہ حضور! کیا آپ نے یوں فرمایا ہے کہ آپ مجھے جنت کا سرٹیفکیٹ دینے کے لیے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک! میں نے یہ کہا ہے کیونکہ

اگر آپ ختم نبوت کے سپاہی بن کر ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا ضرور بہشت کے حقدار ہوں گے۔ ان دنوں نواب آف بہاولپور موسم گرما کی وجہ سے برطانیہ میں مقیم تھے۔ بعد ازاں دربارِ معلّٰے بہاول پور (کورٹ آف منسٹرز) میں منشی محمد اکبر خانؒ کے فیصلے (بابت مقدمہ غلام عائشہ) کے خلاف باقاعدہ اپیل ثانی برائے اجلاس خاص دائر کر دی تاکہ ہائی کورٹس (پٹنہ، لاہور اور مدراس) کے فیصلوں سے استثناء خاص حاصل کیا جا سکے۔

مقدمہ بہاولپور میں فاضل جج محمد اکبر خاں فریقین کے دلائل اور علما کے بیانات سُن کر ایک حتمی نتیجے پر پہنچ گئے تھے اور اس فتنہ سیئہ کی حقیقت ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی تھی، مگر فیصلے کا اعلان کرنے میں اس خیال سے متردد اور تذبذب کا شکار تھے، مبادا بقول آغا شورش کاشمیری، انگریز کے ایجنٹ اور خود کاشتہ پودے کو غیر مسلم قرار دینے پر انگریزی حکومت ریاست بہاولپور کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ جب یہ خبر والیٔ ریاست بہاولپور نواب صادق محمد خاں خامس عباسی صاحب تک پہنچی تو انہوں نے جج صاحب سے بغیر کسی خوف وخطر کے ببانگ دہل یہ فرمایا: ''آپ قادیانیوں کو علی الاعلان غیر مسلم قرار دیں، اگر صادق کی ایک کیا، ہزار ریاستیں بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ میں قربان ہو جائیں تو یہ میرے لیے سب سے بڑی سعادت کی بات ہوگی اور مجھے کوئی پروا نہیں''۔ پھر وہ تاریخی فیصلہ سامنے آیا، جس کے نتیجے میں انگریز کے خود کاشتہ پودے، قادیانیت کو پوری دنیا میں خائب و خاسر ہونا پڑا اور آخر کار 7 ستمبر 1974ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ کے متفقہ اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس مقدمہ کی مدعیہ محترمہ غلام عائشہؒ قابل صد ستائش اور بے پایاں خراج تحسین کی مستحق ہیں کہ انہوں نے بے پناہ مشکلات وحوادث کے تسلسل کے باوجود اپنی قوت ایمانی، غیرت اسلامی اور استقامت دین کا ثبوت دیتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ناقابل فراموش اور قابل رشک کردار ادا کیا۔ ان کے والد مولانا الٰہی بخش صاحب قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے جو ایک معروف کاشتکار قوم ہے۔ آپ کے اصل وطن کا نام ''کوٹلہ مغلاں'' ہے۔ یہ ڈیرہ غازی خان کی سابقہ تحصیل جام پور سے تقریباً چھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مولانا جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور شادی ہو چکی تھی جب تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس راہ میں

آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل خاندان کے لیے حصول معاش اور حصول علم بیک وقت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ فصل کی کٹائی کے موقع پر سخت محنت کر کے اہل خاندان کے لیے سال بھر کی ضرورت کی گندم کا انتظام کرتے اور پھر حصول علم میں منہمک ہو جاتے۔ اسی عالم میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی دختر غلام عائشہؒ چھوٹی عمر کی تھیں۔ انہوں نے اس کی پرورش کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں اور دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سابقہ ریاست بہاولپور کے ایک گاؤں مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی ایک قدیم اسلامی درسگاہ میں استاذ کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور زندگی کے آخری لمحوں تک تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ اس دوران ایک خلق کثیر نے آپ سے دینی علم حاصل کیا۔ محترمہ غلام عائشہ کے بڑے صاحبزادے جناب پروفیسر محمد یحییٰ جلالپوری کہتے ہیں:

''وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت، ملتان میں جب مقدمے کا یک طرفہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے بیلف کے ذریعے غلام عائشہ کی برآمدگی کے لیے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے، کبھی دوسرے میں۔ پھر بہاول پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف ہو گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بستی مہند میں کوئی ایسا گھر نہیں تھا، جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں۔ بعض دفعہ گندم کے 'بھڑولوں' میں بھی پناہ لینا پڑی۔ اڈی (غلام عائشہ) تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا تاریخیں بھگتنے کے لیے دو دن پہلے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے، باپ بیٹی کو ہر طرح کا لالچ دیا گیا، لاکھوں روپے انہیں قادیانی جماعت نے پیش کیے، اڈی کو ڈرانے دھمکانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن ان پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا..... اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔ مرزائیوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت سارے لوگوں کو خرید کر لیا، لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران باپ بیٹی نے ایک لمحہ کے لیے بھی کمزوری نہ دکھائی۔ سالہا سال فقر و تنگدستی میں زندگی گزار لی، لیکن لاکھوں روپے، زیورات اور زمینوں کی پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ مسلسل خوف و ہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کر لی لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔ عین اس وقت جب وہ قانون کے بے رحم شکنجے میں کسی ہوئی تھیں اور پے در پے فیصلے ان کے خلاف ہو

رہے تھے، باپ بیٹی کو پیش کش کی گئی کہ آپ طلاق لے کر عدالت سے مقدمہ واپس لے لیں تو ہم آپ کو لاکھوں روپیہ اور کئی مربعے اراضی دینے کو تیار ہیں۔ باپ بیٹی نے اس پیشکش کو شیطانی چال قرار دے کر بری طرح مسترد کر دیا۔ بعدازاں جب عبدالرزاق قادیانی (مدعا علیہ) مرگیا تو قادیانیوں نے اس علاقہ کے بڑے بڑے قادیانی زمینداروں کے ذریعے پھر پیشکش کی کہ چونکہ مدعا علیہ مرگیا ہے، چنانچہ آپ مقدمہ کی پیروی سے دستبردار ہو جائیں اور اس کے بدلہ میں آپ جتنی رقم اور زمین وغیرہ لینا چاہیں، ہمیں قبول ہے۔ آفریں ہے باپ بیٹی کی استقامت اور عقیدہ ختم نبوت سے بے پناہ محبت پر کہ انہوں نے ان تمام دلکش پیشکشوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھتے ہوئے کہا کہ ہم مفلس و نادار ضرور ہیں لیکن بے غیرت نہیں کہ ان عارضی چیزوں کے بدلے میں اپنے قیمتی ایمان کا سودا کر لیں۔ مزید کہا کہ ایمان کی دولت سے بڑھ کر ہمیں کوئی چیز عزیز نہیں۔ ان پیشکشوں کو ٹھکرانے کے بعد فرنگی سرکار کے کارندے قادیانی لالچ میں کتوں کی طرح غلام عائشہ کی تلاش میں سرگرداں رہے جبکہ وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہی۔ آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا نہ تھا بلکہ یہ جانگسل اور طویل سفر نو سالوں پر محیط تھا۔ اگر خدانخواستہ باپ بیٹی کے پائے استقلال میں لغزش آ جاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی کامیابی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ سرنگوں ہو جاتی۔ یہ انصاف اور قانون کی فیصلہ کن جنگ تھی جو ایک غریب باپ اور ایک صابر و شاکر بیٹی نے پوری قوت ایمانی سے لڑی اور پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ مقدمہ کی کامیابی کے بعد باپ بیٹی دونوں اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف افتخار بھی زبان پر نہ لائے۔ نہ کسی ستائش کی تمنا کی نہ ہی کسی سے احسان مندی کا تقاضا کیا''۔

دشمن اگر قوی است، نگہباں قوی تر است

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ باطل کی طاغوتی طاقتوں کے بالمقابل استقامت کا پہاڑ بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد کی جاتی ہے۔

اس مقدمہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ غلام عائشہ کی تمام اپیلیں مسترد ہو گئیں۔ امیدیں دم توڑنے لگیں اور حوصلے پست ہونا محسوس ہونے لگے۔ اس گھمبیر صورتحال میں بھی

باپ بیٹی نے توکل علی اللہ کی بنیاد پر نہایت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ ایک دن قدرت نے مولانا الٰہی بخش صاحب کے دل میں ایک بات ڈالی کہ وہ براہ راست جناب نواب صادق محمد خاں سے خود ملاقات کریں اور انہیں ساری صورتحال کی عرضداشت پیش کریں۔نواب صاحب کی ایک عادت تھی کہ جب وہ ڈیرہ نواب سے نکل کر اپنے محل بہاولپور جاتے تو گاؤں کے راستے میں اگر کوئی سائل درخواست لے کر کھڑا ہوتا تو وہ رک جاتے اور پوری توجہ سے سائل کی بات سنتے اور اس کی دادرسی کرتے۔ چنانچہ مولانا الٰہی بخش صاحب ایک دن عرضداشت لے کر اسی راستے پر کھڑے ہو گئے۔نواب صاحب نے سائل کو دیکھا تو گاڑی رکوائی۔ انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ مولانا الٰہی بخش نے روتے ہوئے انہیں سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ یہ میرا نہیں، دین اسلام کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے۔ میں غریب، لاچار اور نادار اپنی ہمت اور محدود وسائل کے ساتھ آپ کی ریاست کی عدالتوں میں ممکن حد تک جو کچھ کر سکتا تھا، کیا.... لیکن اب اعلیٰ عدالت میں جانے کی نہ ہمت ہے اور نہ مالی حیثیت۔ پھر کہا کہ نواب صاحب آپ بھی مسلمان ہیں۔ آپ پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حق ہے۔ اب اس حق کو ادا کرنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔نواب صاحب نے نہایت توجہ سے یہ سب روداد سنی اور جوڈیشل کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے اس درخواست پر جج محمد اکبر خاں کو ہدایت کی کہ اس اپیل کو دوبارہ سنا جائے۔نواب صاحب نے مولانا الٰہی بخش صاحب سے کہا کہ یہ درخواست عدالت میں جمع کروا دیں۔ مزید کہا کہ آئندہ بھی اگر ملاقات کرنی ہو تو یہی طریقہ کار ہے۔

یہ مقدمہ اس لیے بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ سلطنت برطانیہ کے جبر و استبداد کے دور میں بہاولپور کی عدالت عالیہ نے ان کے خود کاشتہ پودے کے کفر یا اسلام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس لیے برصغیر کی تمام دینی قیادت، قادیانیت کے کفر کو الم نشرح کرنے کے لیے میدان عمل میں آئی۔ دوسری طرف قادیانی قیادت نے بھی اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا کر اپنے کفر کو آشکار ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ تقریباً 9 سال تک یہ مقدمہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا فیصلہ پر پہنچا۔ مشاہیر اسلام نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں ناقابل تردید براہین و دلائل سے مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور ایسی باطل شکن جرح فرمائی

جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے قادیانیت کا ارتداد پورے عالم میں بے نقاب کر دیا۔ دوسری طرف عبدالرزاق مدعا علیہ کی جانب سے قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود کے حکم پر ان کے صف اوّل کے مبلغین جلال الدین شمس، غلام احمد اور سر ظفر اللہ خاں قادیانی کے بھائی بیرسٹر اسد اللہ خاں نے پیروی مقدمہ کی۔ ایک طرف علماء ربانی نے دلائل و براہین اور علم وعرفان کے دریائے بہا دیئے تو دوسری جانب مرزائی مبلغین نے کذب وکتمان کے انبار لگا دیئے۔ قادیانیوں نے مسلمان علماء کے بیانات کے جواب میں تحریری بیان جمع کروایا جو نہایت بودے دلائل اور خرافات پر مشتمل تھا۔ اس کے جواب میں حضرات علماء کرام نے اپنے اپنے بیانات میں علم وعرفان کے دریا بہا دیے اور فتنہء قادیانیت کا کفر وارتداد روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا۔ قادیانی وکلاء کی جرح کے نہایت مسکت جوابات دیئے۔ انہوں نے اپنے بیانات میں ایمان، کفر، نفاق، ارتداد، زندقہ، ختم نبوت، اجماع، تواتر، متواترات کی اقسام، وحی، کشف، الہام کی تعریفات وتشریح، صوفیاء کی شطحیات، قرآنی آیات کے ظاہری اور باطنی معنی اور ایسے اصول وضوابط بیان فرمائے کہ عدالت کو علیٰ وجہ البصیرت قادیانیت کے باطل ہونے کا یقین کامل ہو گیا۔ حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری نے چشم کشا دلائل پر مبنی نہایت علمی وتحقیقی جواب الجواب عدالت میں پیش کیا جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس مسکت جواب الجواب نے قادیانی تاویلات کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔

مقدمہ زیر بحث کا فیصلہ چونکہ بڑے دوررس نتائج کا حامل تھا، لہٰذا عدالت مجاز نے فریقین کو پوری آزادی کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں مدعا علیہ کی جانب سے مدعیہ کے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض اوقات مسلسل ایک ایک ماہ صرف ہوا اور اس نتیجہ میں فریقین کی جانب سے جو شہادتیں پیش ہوئیں، وہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ دسمبر 1934ء میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر فیصلہ زیر غور تھا، جلال الدین شمس قادیانی مختار مدعا علیہ کی جانب سے ایک درخواست 4 دسمبر 1934ء کو پیش کی گئی کہ عبدالرزاق مدعا علیہ مؤرخہ 10 نومبر 1934ء کو فوت ہو گیا ہے، لہٰذا مقدمہ زیر بحث میں کسی فیصلہ کی ضرورت نہ ہے۔ مزید براں مسل مقدمہ داخل دفتر کر دی جائے۔ (ایک روایت کے مطابق قادیانی قیادت جب ہر طرف سے مایوس ہو گئی تھی تو اس نے ازخود ایک سوچی سمجھی

سازش کے تحت عبدالرزاق مدعا علیہ کو اس امید موہوم پر مروا دیا کہ اس کی موت کے بعد یہ 9 سالہ پرانا قضیہ ختم ہو جائے گا)

ایک طرف قادیانیوں کو اپنے دنیاوی اسباب پر بھروسہ تھا تو دوسری جانب اہل اسلام کو مسبب الاسباب پر کامل یقین تھا اور وہ چاہتے تھے کہ حق و باطل کے اس عظیم مقدمہ پر فیصلہ ہر صورت بحق یا برخلاف مدعا علیہ ضرور صادر ہونا چاہیے۔ مختاران مدعیہ نے مستند قانونی حوالہ جات و نظائر پیش کر کے ثابت کیا کہ کسی ایک فریق کی موت واقع ہو جانے کی صورت میں بھی بروئے قانون مروجہ و شریعت اسلامیہ عدالت کے لیے لازم ہے کہ اس مرحلے پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ جناب محمد اکبر خاں فاضل ڈسٹرکٹ جج نے فریقین کے پیش کردہ قانونی حوالہ جات و نظائر اور قادیانیوں کے کفریہ عقائد کا پوری تحقیق سے جائزہ لینے کے بعد مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کے مؤقف سے اتفاق فرماتے ہوئے 7 فروری 1935ء کو تاریخ ساز فیصلہ صادر فرما کر قرار دیا کہ قرآن پاک، احادیث نبوی ﷺ اور قانون حکومت کی روشنی میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین اپنے عقائد اور اعمال کی بناء پر مسلمان نہیں بلکہ مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ فیصلہ میں معزز جج صاحب نے لکھا:

❑ ''یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہٰذا اُس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد سے مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو بھی مدعا علیہ کے اِدّعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ اس کے علاوہ جو کہ دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کیے ہیں، وہ گو عام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا جو معنی مرزا قادیانی نے بیان کیے ہیں۔ یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور امت آج تک لیتی آئی ہے، اس لیے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح چونکہ ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے، لہٰذا مدعیہ کے حق میں ڈگری صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی اَزاں مدعا علیہ سے لینے کی حق دار ہوگی۔''

قادیانیوں کے مزورانہ بیانات کی تردید میں علماء اسلام کے باطل شکن دلائل نے

قادیانیت کے مکروہ چہرے کو عدالت کے روبرو جس انداز سے بے نقاب کیا، وہ قابل صد تحسین ہے۔ انہوں نے اسلام اور قادیانیت کے مابین حق و باطل، صدق و کذب اور کھرے و کھوٹے کا فرق و امتیاز لیل و نہار کی طرح عدالت کے سامنے نمایاں کیا۔ علماء کرام کے ترکش استدلال سے نکلنے والے تیروں میں اس قدر قوت و شوکت کا دبدبہ تھا کہ ان کے نوک پیکاں نے قادیانیت کے تحریفاتی اور تاویلاتی قلعہ کو زمین بوس کر دیا۔

24 جولائی 1926ء سے لے کر 7 فروری 1935ء تک مقدمہ میں کئی مرحلے ایسے آئے جب بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ قادیانی مکر و فریب کی وجہ سے مسلمان شکست سے دوچار ہونے والے ہیں مگر حضرت شیخ الجامعہؒ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی اور آپ دل جمعی اور کمال حکمت عملی سے مقدمہ کی پیروی پر ڈٹے رہے۔ بالآخر فتح و کامرانی نے آپ کے قدم چومے۔ جب شیخ الاسلام حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کی کامیابی کا سہرا اپنے سر سجانے کا اعزاز حاصل کر چکے تھے۔ ایک دن آپؒ اپنے کتب خانے میں بیٹھے محو مطالعہ تھے کہ اچانک آپ کا خادم حاضر خدمت ہوا اور ایک ایسے اجنبی شخص کا ذکر کیا جو مدینہ منورہ سے خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ مدینہ منورہ سے ریاست بہاولپور میں چھ مہینوں پر محیط لمبا اور کٹھن سفر طے کر کے پہنچنے والا یہ شخص متجسس تھا کہ آخر اتنی دور بیٹھے شخص کو حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے سلام کہنے کا حکم کیونکر صادر ہوا۔ اسی تجسس و اشتیاق کے عالم میں مدینہ منورہ کا وہ باسی حاضر خدمت ہوا اور سلام کے بعد اپنی روئیداد پیش کی اور بتایا کہ ایک رات خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ریاست بہاولپور میں میرے محبّ غلام محمد گھوٹوی سے ملاقات کے لیے جاؤ اور انہیں میرا خصوصی سلام پہنچاؤ۔ اس حکم کا ملنا تھا کہ میں فوراً رخت سفر باندھ کر روانہ ہو گیا اور جانگسل سفر کرتا ہوا مختلف لوگوں سے آپ کا پتہ پوچھتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ اب آپ مجھے بتلائیے کہ آپ کا ایسا کون سا عمل ہے جس کی بناء پر پیارے آقا و مولا ﷺ نے مجھے اتنی دور سے خاص طور پر آپ کے پاس بھیجا۔ اس پر شیخ الجامعہ علامہ غلام محمد گھوٹویؒ خوشی و انبساط سے رونے لگے اور سسکیوں میں کہنے لگے کہ میرا کوئی اور عمل تو ایسا نہیں جس پر مجھے یہ شرف نصیب ہوتا! البتہ تحفظ ختم نبوت کے کام میں، میں نے اپنی سی کوشش کی اور ممکن ہے کہ یہ اسی ادنی سی کوشش کا صلہ ہو کہ مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا۔

جید علماء کرام کا کہنا ہے کہ مقدمہ بہاولپور، فتنہ قادیانیت کی تردیداور سرکوبی میں ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے کہ اس کے عمیق مطالعہ کے بعد کسی دوسری تصنیف کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ فیصلہ برصغیر کی تاریخ میں نا صرف ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اپنی جامعیت اورقوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بے نظیر ہے۔ بلاشبہ پوری امت مسلمہ جناب محمد اکبر خاں (ڈسٹرکٹ جج بہالپور) کی شکر گزار ہے کہ انہوں نے کمال عدل وانصاف اورمحنت و عرق ریزی سے ایسا یادگار فیصلہ صادر کیا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔اس فیصلہ کی اہمیت و جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قادیانیوں نے اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی سربراہی میں سر ظفر اللہ قادیانی سمیت جمع ہو کر کئی دنوں تک اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کی مشاورت کی لیکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ فیصلہ قانونی طور پر اتنا مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہوا ہے کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جائے گی۔ چنانچہ مزید شکست سے بچنے کے لیے قادیانیوں نے اس تاریخی فیصلہ کے خلاف ملک کی کسی عدالت میں کسی قسم کی کوئی اپیل نہیں کی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کا تحفظ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں، رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے، یہ عظیم الشان کام قبر میں چراغ نجات ہے، اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لیے آڑ ہے، پل صراط سے جلدی سے گزارنے والا ہے، جنت کی یقینی ضمانت ہے۔ تحفظ ختم نبوت اور جنت الفردوس لازم وملزوم ہیں۔ اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والا ہر شخص جنتی ہے۔ جو شخص تحفظِ ختم نبوت کے کام کی حلاوت اور مٹھاس کو ایک دفعہ چکھ لیتا ہے، وہ لازماً جان جاتا ہے کہ یہ کام باقی تمام کاموں سے افضل ترین اور اہم ترین ہے۔ ممکن ہے اس دنیا میں ہمیں تحفظ ختم نبوت کے کام کی اہمیت و فضیلت کا احساس نہ ہو، مگر آخرت میں اس عظیم کام کے بدلہ میں اس قدر انعام واکرام ملیں گے کہ ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں، وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات پر بے حد خوش ہوں گے جبکہ دیگر لوگ اس سے محرومی پر بڑے افسوس کا اظہار کریں گے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے ہر خوش نصیب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا معاملہ بھی اللہ رب العزت اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے اور

اس کے صلے میں دنیا و آخرت میں وہ اُسے مایوس نہیں کریں گے۔ یہ ایک ایسی آزمودہ چیز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد پاک کا مفہوم ہے ''اگر کسی نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے تو ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے کہ ان کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ تعالیٰ خود دے گا''۔ یہ قاعدہ و قانون اب بھی موجود ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت اور عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے اس فعل سے نہ صرف بے حد خوش ہوتے ہیں بلکہ آپ ﷺ، اس شخص کے اس احسان کا بدلہ قیامت کے دن اپنی شفاعت کے ذریعے ادا فرمائیں گے.....ایک گنہگار امتی کو اس سے بڑھ کر اور کیا انعام چاہیے!

یاد رکھیے! یہ مقدمہ دو فریقوں کے مابین کسی ذاتی رنجش کا نتیجہ نہیں بلکہ حق و باطل کا ایک معرکہ تھا۔ اس مقدمہ میں محترمہ غلام عائشہ اور ان کے والد گرامی کا عزیمت و استقامت سے بھرپور کردار قابل صد ستائش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جید علماء کرام کی شبانہ روز محنت، مخلصانہ فکر اور نتیجہ خیز کاوشیں رنگ لائیں جس پر وہ بھی پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ نواب آف بہاولپور اور محترم جج صاحب کا شاندار کردار بھی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مقدمہ بہاولپور کی کامیابی میں ان شخصیات کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے میں عالم تصور میں کیا دیکھتا ہوں کہ نورانیت سے بھرپور سرسبز و شاداب ایک وسیع و عریض میدان ہے جس کی تاحد نظر روشنی، چاندنی کی ٹھنڈک اور لطافت سے بھرپور ہے۔ مسحور کن اور فرحت بخش خوشبوئیں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ 'عدن' ہے۔ حضرت امی عائشہ صدیقہ ؓ اور دیگر ازواج مطہرات ؓ غلام عائشہ کو پھولوں کے ہار پہنا رہی ہیں۔ سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ نے کمال شفقت سے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں تھاما ہوا ہے۔ حضرت اُم عمارہ ؓ بڑی اپنائیت سے اُن کی بلائیں لے رہی ہیں۔ دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور دیگر جید صحابہ کرام ؓ اپنی دل آویز مسکراہٹوں کے ساتھ حضرت علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی ؒ، جناب نواب صادق محمد خاں ؒ، جج محمد اکبر خاں ؒ اور اس کیس سے متعلقہ علماء و مشائخ کو گلے لگا کر استقبال کر رہے ہیں۔ صدیقوں اور شہیدوں کی ایک کثیر تعداد یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی۔ ہر طرف مرحبا کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ان حضرات کی پیشانیاں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کے سروں پر نہایت خوبصورت تاج

رکھے جارہے ہیں جو یاقوت و مرجان ایسے جواہرات سے منقش اور مزین ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت انہیں گارڈ آف آنر پیش کر رہی ہے۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ان حضرات کو پیارے آقا حضور خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ میں حسرت و یاس کی تصویر بنا یہ منظر دیکھ کر خواہش کرتا ہوں کہ کاش میں بھی تحفظ ختم نبوت کے اس مقدمہ میں اپنا حصہ ڈالتا اور آج ان بے عدیل انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ دفعتاً اس مبارک منظر کے تصور سے باہر آتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ اپنے نامہ اعمال پر نظر دوڑاتا ہوں تو کوئی بھی ایسی خاص نیکی نہیں ملتی جس پر فخر کر سکوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عہدِ وفا کرتا ہوں کہ جب تک جسم میں جان ہے، تحفظ ختم نبوت کا کام خود بھی کروں گا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین وترغیب دوں گا۔ (ان شاء اللہ)



پوسٹ مارٹم

✡ قادیان	.....	قبلہ
✡ ربوہ	.....	اعصابی مرکز
✡ تل ابیب	.....	تربیتی کیمپ
✡ لندن	.....	آماجگاہ
✡ بھارت	.....	استاد
✡ جرمنی	.....	پناہ گاہ
	اور	
✡ واشنگٹن	.....	اس کا بینک ہے

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل پاکستان خط و کتابت کورس

پی۔او۔باکس نمبر 81۔جی پی او۔دی مال۔لاہور پاکستان

زیر سرپرستی
◉ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر (قائم مقام چیف جسٹس، لاہور ہائی کورٹ)
◉ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی (پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس، پی ایچ ڈی (فقہ) (ر) سابق کمشنر سیکرٹری)

0331-4421965, 0322-4356986, 0321-3178878 0333-4432090

www.difaekhatmenabowat.com